فقہ واجتہاد

حافظ ذوالفقار علي
ابو ہریرہ شریعہ کالج، لاہور

# اسلام کا نظریۂ زر اور کاغذی کرنسی کی حقیقت

چونکہ لوگوں کے مابین لین دین کے تمام معاملات میں مرکز ومحور زَر ہی ہوتا ہے، اس لئے ہر معاشی نظام میں زر اور اس کے متعلقات کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ زَر کی اس اہمیت کے پیش نظر علماے اسلام نے بھی اپنی تحریری کاوشوں میں اس موضوع کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اسلام کے قرونِ اُولیٰ میں قانونی زر سونے، چاندی کے سکوں (دنانیر و دراہم) کی شکل میں ہوتا تھا مگر دورِ حاضر میں تمام ممالک کے مالیاتی نظام کی اساس کاغذی کرنسی ہے، سونے چاندی کے سکے پوری دنیا میں کہیں استعمال نہیں ہوتے۔ اسلامی نقطہ نظر سے زر کی حقیقت اور مروّجہ کرنسی نوٹوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

## زر کی حقیقت

زر کو عربی میں نَقْد کہتے ہیں اور مشہور لغت المعجم الوسیط میں نقد کا معنی یوں لکھا ہے:

**النقد:** (في البيع) خلاف النسيئة ويقال: درهم نقد: جيد لا زيف فيه (ج) نقود. والعملة من الذهب أو الفضة وغيرهما مما يتعامل به وفن تمييز جيد الكلام من رديئه، وصحيحه من فاسده (ص۹۴۴)

''خرید وفروخت میں نقد کا معنی ہوتا ہے: وہ شے جو اُدھار نہ ہو، نیز عمدہ قسم کا درہم جس میں کھوٹ نہ ہو، اس کو 'درہم نقد' کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع نقود آتی ہے۔ اور نقد اس کرنسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے لین دین ہوتا ہو، خواہ سونے کی بنی ہو یا چاندی کی یا ان دونوں کے علاوہ کسی دوسری چیز سے۔ عمدہ اور ردّی، صحیح اور فاسد کلام کے مابین امتیاز کرنے کے فن کو بھی 'نقد' کہتے ہیں۔''

فقہی لٹریچر میں نقد کا لفظ تین معانی کے لئے آتا ہے:

① سونے چاندی کی دھاتیں خواہ وہ ڈلی کی شکل میں ہوں یا ڈھلے ہوئے سکوں کی صورت

www.KitaboSunnat.com

میں۔ چنانچہ فقہا کی عبارات میں سونے چاندی کے لئے النقدان کا لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے۔

② سونے چاندی کے سکوں کے لئے چاہے وہ عمدہ ہوں یا غیر عمدہ۔ سونے چاندی کے علاوہ کسی دوسری دھات سے بنے ہوئے سکوں کو فُلُوْس کہتے ہیں۔ اس معنی کے مطابق فلوس نقد میں شامل نہیں۔

③ ہر وہ چیز جو بطورِ آلۂ تبادلہ استعمال ہو، چاہے وہ سونے کی ہو یا چاندی، چمڑے، پیتل اور کاغذ وغیرہ کی شکل میں، بشرطے کہ اس کو قبولیتِ عامہ حاصل ہو۔ عصر حاضر میں نقد کا لفظ اس تیسرے معنی کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ (الموسوعة الفقهية: ۱۷۳/۴۱)

☆ جبکہ اقتصادی ماہرین نقد (زَر) کی حقیقت یوں بیان کرتے ہیں:

إن للنقد ثلاث خصائص متى توفرت في مادة مَّا، اعتبرت هذه المادة نقدًا ــ الأولىٰ: أن يكون وسيطا للتبادل، الثانية: أن يكون مقياسا للقيم، الثالثة: أن يكون مستودعًا للثروة.

(مجلة البحوث الإسلامية: عدد ۱ ص ۲۰۰)

''زر کی تین خصوصیات ہیں جس مادہ میں بھی وہ پائی جائیں، وہ زر شمار ہوگا: ① ذریعۂ مبادلہ ہو، ② قیمتوں کا پیمانہ ہو، ③ دولت محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہو۔''

بلاشبہ اسلام کے ابتدائی ادوار میں مالیاتی لین دین سونے، چاندی کے سکوں کے ذریعے ہی ہوتا تھا اور سونے، چاندی کی زری صلاحیت بھی مسلمہ ہے، لیکن شریعت نے زر کے لئے سونے، چاندی کے سکوں کی شرط نہیں لگائی بلکہ اس معاملے میں بڑی وسعت رکھی ہے۔ مشہور مؤرخ احمد بن یحییٰ بلاذری کے بقول حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں اونٹوں کی کھال سے درہم بنانے کا ارادہ کر لیا تھا مگر اس خدشے سے اِرادہ ترک کر دیا کہ اس طرح تو اونٹ ہی ختم ہو جائیں گے۔ جیسا کہ بلاذری نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

هممتُ أن أجعل الدراهم من جلود الإبل فقيل له إذا لا بعير فأمسك

[فتوح البلدان: ج ۳ ص ۵۷۸]

''میں نے اونٹوں کے چمڑوں سے درہم بنانے کا ارادہ کیا۔ ان سے کہا گیا: تب تو اونٹ ختم

www.KitaboSunnat.com

ہو جائیں گے تو اس پر اُنہوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔''

امام مالکؒ فرماتے ہیں:

لو أن الناس أجازوا بينهم الجلود حتّٰى تكون لها سكة وعين لكرهتها أن تُباع بالذهب والورق نظرة (المدونة الكبرٰى۔ التأخير في صرف الفلوس)

''اگر لوگ اپنے درمیان چمڑوں کے ذریعے خرید وفروخت کو رائج کر دیں یہاں تک کہ وہ چمڑے ثمن اور سکہ کی حیثیت اختیار کر جائیں تو میں سونے چاندی کے بدلے ان چمڑوں کو اُدھار فروخت کرنا پسند نہیں کروں گا۔''

یعنی اگر چمڑا بحیثیت زر رائج ہو جائے تو اس پر بھی وہی احکام جاری ہوں گے جو درہم ودینار پر ہوتے ہیں۔ علامہ ابن نجیم حنفیؒ خراسان کے امیر غطریف بن عطاء کندی کی طرف منسوب غطارفة نامی دراہم جن میں ملاوٹ زیادہ اور چاندی کم ہوتی تھی، کی بحث میں رقم طراز ہیں:

وَذَكَرَ الْوَلْوَالِجِيُّ أَنَّ الزَّكَاةَ تَجِبُ فِي الْغَطَارِفَةِ إذَا كَانَتْ مِائَتَيْنِ؛ لِأَنَّهَا الْيَوْمَ مِنْ دَرَاهِمِ النَّاسِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ مِنْ دَرَاهِمِ النَّاسِ فِي الزَّمَنِ الْأَوَّلِ وَإِنَّمَا يُعْتَبَرُ فِي كُلِّ زَمَانٍ عَادَةُ أَهْلِ ذَلِكَ الزمان (البحر الرائق باب زكوة المال)

''ولوالجی نے ذکر کیا ہے کہ غطارفہ[1] جب دو سو ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہو گی، کیونکہ اگرچہ پہلے زمانے میں یہ لوگوں کے درہم نہیں تھے مگر آج کل یہی ہیں۔ ہر دور میں اس زمانے کا رواج معتبر ہوتا ہے۔''

اس سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ شرعی لحاظ سے زر کے انتخاب میں سونے چاندی کی پابندی نہیں ہے، قیمتوں کو جانچنے کے لئے کسی بھی چیز کو معیار بنایا جا سکتا ہے بشرطے کہ اسے معاشرہ میں قبولیت حاصل ہو۔

## زر صرف حکومت جاری کر سکتی ہے

اگرچہ شریعت نے زر کے انتخاب میں کسی قسم کی پابندی نہیں لگائی، لیکن زر جاری کرنے کا اختیار صرف حکومت کو دیا ہے کیونکہ مالیاتی لین دین کا مکمل نظام زر کی اساس پر ہی رواں دواں ہے اور اگر ہر کس و ناکس کو حسبِ منشا زر جاری کرنے کی اجازت دے دی جائے تو اس

www.KitaboSunnat.com

سے نہایت خطرناک اقتصادی اور معاشی حالات پیدا ہو جائیں گے۔ چنانچہ کویت کے فقہی انسائیکلوپیڈیا میں ہے:

ولا يجوز لغير الإمام ضرب النقود لأن في ذلك افتياتا عليه ويحق للإمام تعزير من افتات عليه فيما هو من حقوقه، وسواءً كان ما ضربه مخالفًا لضرب السلطان أو موافقا له في الوزن ونسبة الغش وفي الجودة حتى لو كان من الذهب والفضة الخالصين، قال الإمام أحمد في رواية جعفر بن محمد: لا يصلح ضرب الدراهم إلا في دار الضرب بإذن السلطان، لأن الناس إن رخص لهم ركبوا العظائم

[الموسوعة الفقهية:۱۷۸/۴۱،۱۷۹]

''امام کے علاوہ کسی کو کرنسی بنانے کی اجازت نہیں، کیونکہ یہ اس پر ظلم ہے۔ اور امام کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جو شخص اس کا یہ حق سلب کرے، وہ اسے سزا دے خواہ اس کی بنائی ہوئی کرنسی خالص سونے چاندی کی ہی کیوں نہ ہو۔ امام احمدؒ کا قول ہے کہ درہم صرف حاکم وقت کی اجازت سے ٹکسال میں ہی بنائے جا سکتے ہیں، کیونکہ اگر لوگوں کو اس کی اجازت دے دی جائے تو وہ بڑے مصائب میں مبتلا ہو جائیں گے۔''

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

ويكره أيضا لغير الإمام ضرب الدراهم والدنانير وإن كانت خالصة لأنه من شأن الإمام ولأنه لا يؤمن فيه لغش والافساد (المجموع:۱۱/۶]

''امام کے علاوہ کسی کو درہم اور دینار بنانے کی اجازت نہیں چاہے وہ خالص ہی ہوں، کیونکہ یہ امام کا حق ہے اور اس دوسرے کو اس لئے بھی اجازت نہیں کہ اس میں جعل سازی اور بگاڑ کا اندیشہ ہے۔''

ثابت ہوا کہ اسلامی نقطہ نظر سے حکومتِ وقت کے علاوہ کسی کو کرنسی جاری کرنے کا اختیار نہیں، کیونکہ اس طرح جعلی کرنسی وجود میں آنے کا خدشہ ہے جو موجبِ فساد ہے۔

## زر کی قدر مستحکم ہونی چاہئے!

اسلامی نظامِ معیشت کا مکمل ڈھانچہ عدل پر قائم ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے ان

www.KitaboSunnat.com

معاملات کو ممنوع قرار دیا ہے جو عدل کے منافی ہیں، چونکہ تمام مالی معاملات درحقیقت زر ہی کے گرد گھومتے ہیں اور کسی مالی معاہدے کے وقوع اور وقت ادائیگی کے درمیان زر کی قوتِ خرید میں غیر معمولی کمی سے صاحبِ حق کا متأثر ہونا یقینی ہے جو تقاضائے عدل کے خلاف ہے، اسی بنا پر بعض مسلم مفکرین افراطِ زر کو بخس، تطفیف اور ملاوٹ میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ اسلامی حکومت کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ مناسب حد تک کرنسی کی قدر کو مستحکم رکھے۔ چنانچہ الموسوعة الفقهية میں مرقوم ہے:

من المصالح العامة للمسلمين التي يجب على الإمام رعايتها المحافظة على استقرار أسعار النقود من الانخفاض، لئلا يحصل بذلك غلاء الأقوات والسلع وينتشر الفقر ولتحصل الطمأنينة للناس بالتمتع بثبات قيم ما حصلوه من النقود بجهدهم وسعيهم واكتسابهم، لئلا تذهب هدرا ويقع الخلل والفساد (۱۹۶/۴۱، ۱۹۷)

''مسلمانوں کے مفاداتِ عامہ جن کا تحفظ امام کی ذمہ داری ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ زر کی قیمتوں میں ثبات پیدا کرے تاکہ اس سے خوراک اور اشیا کی قیمتیں نہ بڑھیں اور غربت میں اضافہ نہ ہو۔ اور لوگ اپنی محنت اور کوشش سے حاصل کئے گے زر سے فائدہ اُٹھانے کے متعلق مطمئن ہوں تاکہ وہ زر رائیگاں نہ جائے اور خلل اور فساد واقع نہ ہو۔''

مشہور محدث امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

والثمن هو المعيار الذي به يعرف تقويم الأموال فيجب أن يكون محدودًا مضبوطًا لا يرتفع ولا ينخفض إذ لو كان الثمن يرتفع وينخفض كالسلع لم يكن لنا ثمن نعتبر به المبيعات بل الجميع سلع وحاجة الناس إلى ثمن يعتبرون به المبيعات حاجة ضرورية عامة وذلك لا يمكن إلا بسعر تعرف به القيمة وذلك لا يكون إلا بثمن تقوم به الأشياء ويستمر على حالة واحدة ولا يقوم هو بغيره إذ يصير سلعة يرتفع وينخفض فتفسد معاملات الناس ويقع الخلف ويشتد الضرر

(اعلام الموقعين: ۱۵۶/۲)

''زر ہی وہ معیار ہے جس کے ذریعے اموال کی قیمتوں کی پہچان ہوتی ہے لہٰذا یہ ضروری ہے

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ متعین اور کنٹرول میں ہو، اس کی مالیت میں اُتار چڑھاؤ نہ ہو، کیونکہ اگر سامانِ تجارت کی طرح زَر میں بھی اُتار چڑھاؤ ہو تو ہمارے پاس اشیا کی قیمت لگانے کے لئے کوئی ثمن (زَر) نہیں رہے گا بلکہ سب سامان ہی ہوگا، حالانکہ اشیا کی قیمت لگانے کے لئے لوگ ثمن کے محتاج ہیں۔اور یہ ایسے نرخ کے ذریعے ممکن ہے جس سے قیمت کی معرفت حاصل ہو اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے جب اشیا کی قیمت لگانے کے لئے ایک زر ہو اور وہ ایک ہی حالت پر رہے۔اور اسکی قیمت کا معیار کوئی دوسری چیز نہ ہو، کیونکہ اس صورت میں وہ خود سامان (Commodity) بن جائے گا جس کی قیمت بڑھتی اور کم ہوتی ہے، نتیجتاً لوگوں کے معاملات خراب ہو جائیں گے، اختلاف پیدا ہوگا اور شدید ضرر لاحق ہوگا۔''

یعنی کرنسی ایسی ہونی چاہیے جس کی مالیت میں عام اشیا کی طرح غیر معمولی کمی واقع نہ ہو بلکہ معقول حد تک مستحکم قدر کی حامل ہو ورنہ لوگ ضرر کا شکار ہوں گے۔

## زر کی قدر میں استحکام کیسے لایا جائے؟

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کاغذی کرنسی کی قدر میں مسلسل کمی کا رجحان چلا آرہا ہے اور آج کل تو اس کی قدر بہت تیزی سے گر رہی ہے، اس کے برعکس سونے چاندی کی قوتِ خرید خاصی مستحکم ہے، بالخصوص سونے کی قوتِ خرید میں کوئی غیر معمولی تبدیلی واقع نہیں ہوئی، اگر کسی بحران یا سونے کے مقابلہ میں اشیاء وخدمات کی قلت کی بنا پر ایسا ہوا بھی تو کمی کا یہ سلسلہ مستقل جاری نہیں رہا اور اس کے اسباب دور ہونے کے بعد صورت اس کے برعکس ہو گئی۔اگر عہدِ رسالت میں سونے کی قوتِ خرید کا اس کی موجودہ قوتِ خرید سے تقابل کیا جائے تو کوئی خاص فرق نظر نہیں آئے گا۔بطورِ نمونہ دو مثالیں ملاحظہ ہوں:

☆ قتل کی دیت سو اونٹ ہے، اگر کسی کے پاس اونٹ نہ ہوں تو وہ ان کی قیمت ادا کر دے جو آپ ﷺ کے دور میں آٹھ سو دینار مقرر تھی:

كَانَتْ قِيمَةُ الدِّيَةِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ ثَمَانَ مِائَةِ دِينَارٍ

(سنن أبي داود:۴۵۴۲)

''رسول اللہ ﷺ کے دور میں دیت کی قیمت آٹھ سو دینار تھی۔''

اس کا مطلب ہے کہ عہدِ رسالت میں ایک اونٹ کی قیمت آٹھ دینار تھی۔جدید تحقیق کے مطابق شرعی دینار کا وزن ۴٫۲۵ گرام ہے۔(دیکھئے الموسوعة الفقهية:۲۹/۲۱) اس طرح

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کے دور میں ایک اونٹ کی قیمت ۳۴ گرام سونا بنی، آج بھی اتنے سونے کے عوض ایک اونٹ خریدا جاسکتا ہے۔ اگرچہ حضرت عمرؓ نے اونٹ گراں ہونے پر دیت کی قیمت آٹھ سو سے بڑھا کر ہزار دینار کر دی تھی، مگر آج کل ایک سو اونٹ خریدنے کے لئے آٹھ سو دینار یعنی ۳۴۰۰ گرام سونا کافی ہے۔

☆ حضرت عروہ بارقیؒ کہتے ہیں:

أَعْطَاهُ النَّبِيُّ ﷺ دِينَارًا يَشْتَرِي بِهِ أُضْحِيَةً أَوْ شَاةً فَاشْتَرَى شَاتَيْنِ فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ فَأَتَاهُ بِشَاةٍ وَدِينَارٍ (سنن أبي داود:۳۳۸۴)

''نبی ﷺ نے ان کو ایک دینار دیا تا کہ وہ اس سے ایک قربانی یا ایک بکری خریدے۔ اُنہوں نے دو بکریاں خرید لیں، پھر ان میں سے ایک کو ایک دینار میں بیچ دیا اور ایک بکری اور ایک دینار آپ ﷺ کے پاس لے آئے۔''

یعنی عہدِ رسالت میں ۴ء۲۵ گرام سونے کے عوض ایک بکری خریدی جاسکتی تھی، آج بھی سونے کی قوتِ خرید یہی ہے۔

ان دو مثالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ رسالتؐ سے لے کر اب تک سونے کی قدر میں غیر معمولی کمی نہیں ہوئی، اگر کسی دور میں ایسا ہوا بھی تو بعد میں معاملہ اُلٹ ہو گیا۔ البتہ اس عرصہ کے دوران سونے کی نسبت چاندی کی قوتِ خرید میں کافی کمی آئی ہے:

عہدِ نبویؐ میں دس درہم (تقریباً تیس گرام) چاندی سے ایک بکری خریدی جاسکتی تھی، اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں اونٹوں کی زکوٰۃ کے ضمن میں یہ بیان ہوا ہے:

مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا (صحیح بخاری:۱۴۵۳)

''جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ میں جذعہ (چار سالہ اونٹ) فرض ہو اور اس کے پاس جذعہ نہ ہو تو اس سے تین سالہ اونٹ قبول کر لیا جائے گا اور وہ ساتھ دو بکریاں اگر آسانی سے میسر ہوں دے گا یا بیس درہم۔'' یعنی ایک بکری کے بدلے دس درہم

لیکن آج کل اتنی چاندی میں ایک بکری نہیں خریدی جاسکتی۔ تاہم اس کمی سے اس قسم کے

www.KitaboSunnat.com

تباہ کن معاشی حالات پیدا نہیں ہوتے رہے جن سے لوگ کاغذی کرنسی کی وجہ سے دوچار ہیں۔ اس لئے ماہرینِ معیشت کی رائے میں کاغذی کرنسی کی قدر میں ہوش ربا تغیر اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مہنگائی کے طوفانوں کا ایک ہی حل ہے کہ مالیاتی لین دین کی بنیاد سونے ،چاندی کو بنایا جائے۔ چنانچہ آج کل پوری دنیا میں مختلف حلقوں کی جانب سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ دوبارہ سونے، چاندی کے سکوں کا نظام رائج کیا جائے۔

ابن مقریزیؒ کے نزدیک بھی نرخوں میں بے تحاشہ اضافے کا حل یہی ہے کہ ازسرنو 'معیاری قاعدۂ زر' (Gold Specie Standard) کا اِجرا کیا جائے۔ چنانچہ کویت کے فقہی انسائیکلوپیڈیا میں ان کی رائے یوں درج ہے:

''نرخوں میں افراتفری اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مہنگائی کی موجوں کا علاج صرف یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے زر کے استعمال کی طرف لوٹا جائے۔''

ان کے دور میں افراطِ زر کا جو بحران پیدا ہوا تھا، ان کی نظر میں اس کا ایک سبب سونے کی جگہ معدنی سکوں سے لین دین تھا جس سے قیمتیں بہت زیادہ بڑھ گئیں۔ چنانچہ وہ اس پر روشنی ڈالنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اگر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو توفیق دے دیں جن کے سپرد اس نے اپنے بندوں کے اُمور کر رکھے ہیں یہاں تک کہ وہ لین دین کو سونے کی طرف لے جائیں اور سامان کی قیمتوں اور اُجرتوں کے دینار اور درہم سے وابستہ کر دیں تو اس سے اُمت کا بھلا اور اُمور کی اِصلاح ہو گی۔'' (الموسوعة الفقهية: ۴۱/۴۸، ۴۹)

جبکہ جدید ماہرینِ معیشت کے نزدیک حکومت کا حقیقی پیداوار کو نظر انداز کر کے نوٹ چھاپنا، اشیاء و خدمات کی طلب و رسد کے درمیان عدمِ توازن، اِسراف و تبذیر، تاجروں میں ناجائز منافع خوری کا رجحان اور اشیا کی پیداواری لاگت میں اضافہ وہ عوامل ہیں جو کرنسی کی قدر میں عدمِ استحکام پیدا کرتے ہیں۔ ان مسائل کو حل کر کے کرنسی کی قدر میں استحکام پیدا کیا جا سکتا ہے۔

یاد رہے کہ سونے، چاندی کے سکے لازمی شرعی تقاضا نہیں، علاوہ ازیں سونے، چاندی کے سکوں کی پابندی ریاست کے لئے غیر ضروری زحمت کا موجب بھی بن سکتی ہے، ممکن ہے

www.KitaboSunnat.com

ریاست کے پاس سکے بنانے کے لئے سونے چاندی کے وسیع ذخائر موجود نہ ہوں۔ البتہ جب افراط زر کا مسئلہ سنگین صورت اختیار کرجائے تو اس وقت اس کا کوئی معقول حل ہونا چاہئے جیسا کہ علما کی فقہی آرا گزر چکی ہیں۔

## زَر: اقسام، تاریخ اور احکام

زر کی دو قسمیں ہیں: ① حقیقی ② اعتباری

حقیقی زر کا اطلاق سونے، چاندی پر ہوتا ہے۔ سونے چاندی کے علاوہ زر کی باقی تمام اقسام خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہوں 'اعتباری زر' کہلاتی ہیں۔ سونے چاندی کو حقیقی زر اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کی قوتِ خرید فطری ہے، اگر بحیثیتِ زر ان کا رواج ختم بھی ہوجائے تب بھی باعتبارِ جنس ان کی ذاتی مالیت برقرار رہتی ہے۔ جبکہ اگر اعتباری زر کی زری حیثیت ختم ہو جائے تو سونے چاندی کی طرح اس کی افادیت باقی نہیں رہتی۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت کا فلسفہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ زر ہیں۔

### زر اور کرنسی میں فرق

کرنسی کے مقابلے میں 'زر' اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے، کیونکہ اس میں کرنسی کے علاوہ دوسری اشیا بھی شامل ہیں جن کو معاشرے میں آلہ مبادلہ کے طور پر قبول کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس کرنسی کا اطلاق صرف کاغذی زر پر ہوتا ہے۔ اسی طرح کرنسی کو ادائیگیوں کے لئے قانونی طور پر قبول کرنا لازم ہوتا ہے جبکہ عام زر میں یہ پابندی نہیں ہوتی۔ تاہم اس اعتبار سے دونوں ایک ہیں کہ زر کی طرح کرنسی بھی آلہ مبادلہ کی حیثیت سے استعمال ہونے کے علاوہ اشیا کی قیمتوں کا تعین کرتی اور قابل ذخیرہ ہوتی ہے۔

### کرنسی کی تاریخ

سونے، چاندی کے بحیثیتِ زر استعمال ہونے سے قبل دنیا میں 'زرِ بضاعتی' یا 'اجناسی زر' (النقود السلعية) کا نظام رائج تھا۔ اس سسٹم کے تحت ہر خطے کے لوگوں نے اپنے علاقے میں مقبول اور قیمتی شمار ہونے والی اشیا کو زر کا درجہ دیا۔ بعض علاقوں میں چاول بعض میں

www.KitaboSunnat.com

چمڑا اور بعض میں چائے زر کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ چنانچہ معروف سعودی عالم جسٹس ڈاکٹر عبداللہ بن سلیمان منیع لکھتے ہیں:

''اس نظام میں یہ طے پایا کہ ایسی اشیا کو زرِ بضاعتی قرار دیا جائے جن میں حسابی وحدت، قیمتوں کی یکسانیت، بحیثیتِ مال جمع کئے جانے کی استعداد اور قوتِ خرید موجود ہو۔ یہ اشیا نوعیت کے اعتبار سے مختلف تھیں مثلاً ساحلی علاقہ جات میں موتیوں کو بطورِ ثمن (زر) استعمال کیا گیا۔ سرد علاقوں میں پشم کو ثمن ٹھرایا گیا۔ جبکہ معتدل موسم کے حامل ممالک میں آباد لوگوں کی خوشحال زندگی اور آسودہ حالی کی بنا پر خوبصورت اشیا (مثلاً قیمتی پتھروں کے نگینے، عمدہ لباس، ہاتھی کے دانت اور مچھلیوں وغیرہ) کو کرنسی قرار دیا گیا۔ جاپان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہاں چاول کو بطورِ کرنسی استعمال کیا گیا جبکہ وسطِ ایشیا میں چائے، وسطی افریقہ میں نمک کے ڈلوں اور شمالی یورپ میں پوستین کو کرنسی قرار دیا گیا۔''

(کاغذی کرنسی کی تاریخ؛ ارتقا اور شرعی حیثیت: ص ۱۰)

رومی بادشاہ جولیس سیزر (دورِ حکومت ۶۰ تا ۴۴ ق م) کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کی فوج کو تنخواہ نمک کی شکل میں ملتی تھی۔ نمک کو لاطینی میں 'سیل' کہتے ہیں، اسی سے لفظ Salary نکلا ہے جس کا معنی 'تنخواہ' ہوتا ہے۔

چونکہ اشیا ضائع ہونے کا خطرہ بھی ہوتا ہے اور ان کی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی بھی آسان نہیں ہوتی، اس لئے یہ نظام مستقل جاری نہ رہ سکا۔ لوگوں نے اس کی جگہ سونے چاندی کا استعمال شروع کر دیا۔ ابتدا میں سونے چاندی کے وزن کا ہی اعتبار ہوتا تھا۔ سکوں کا رواج بعد میں شروع ہوا۔ سکے کب وجود میں آئے؟ اس کے متعلق وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے۔ البتہ قرآنِ مجید سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے دور میں دراہم موجود تھے، کیونکہ ان کے بھائیوں نے اُنہیں دراہم کے عوض بیچا تھا:

﴿وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ﴾ (یوسف ۲۰)

''اُنہوں نے اس کو انتہائی کم قیمت، جو گنتی کے چند درہم تھے، کے عوض فروخت کر دیا۔''

واضح رہے کہ حضرت یوسفؑ کا دور ۱۹۱۰ تا ۱۸۰۰ ق م ہے۔

اسی طرح کہتے ہیں کہ سونے کا سکہ سب سے پہلے لیڈیا کے بادشاہ کروسس (دورِ حکومت:

www.KitaboSunnat.com

۵۶۰تا۵۴۶ ق م) نے متعارف کرایا۔

## عہدِ نبویؐ کی کرنسی

بعثتِ نبویؐ کے وقت عرب میں لین دین کا ذریعہ درہم و دینار تھے، لیکن گنتی کی بجائے وزن کا اعتبار کیا جاتا۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ درہم و دینار عرب کے مقامی سکے نہ تھے بلکہ ہمسایہ اقوام سے یہاں آتے تھے۔

☆ درہم ساسانی سکہ تھا جو عراق کے راستے عرب پہنچتا اور لوگ اس کی بنیاد پر باہم لین دین کرتے۔ نبی ﷺ نے بھی اس کو برقرار رکھا۔ یہ دراہم چونکہ مختلف وزن کے ہوتے تھے، اس لئے جب نصابِ زکوۃ کے لئے درہم کا وزن مقرر کرنے کی نوبت آئی تو مسلمانوں نے ان میں سے متوسط کو معیار بنایا، چنانچہ اسی کو شرعی درہم سمجھا گیا۔ ایک قول کے مطابق یہ کام حضرت عمرؓ کے دور میں جبکہ دوسرے قول کے مطابق بنواُمیہ کے دور میں ہوا۔ جو صورت بھی ہو، تاہم آخر کار جس شرعی درہم پر اجماع ہوا وہ وہی ہے جو عبد الملک بن مروان کے دور میں بنایا گیا۔ لیکن فقہا اور مؤرخین نے ثابت کیا ہے کہ یہ درہم اپنی اصلی حالت پر نہیں رہا تھا بلکہ مختلف شہروں میں اس کے وزن اور معیار میں کافی تبدیلی آتی رہی ہے۔ جدید تحقیق کی روشنی میں اس درہم کا وزن ۲ء۹۷۵ گرام چاندی ہے۔ (الموسوعة الفقهية:۲۴۹/۲۰)

☆ اسی طرح دینار رومیوں کی کرنسی تھی جو براستہ شام یہاں آتی۔ نبی ﷺ نے اس کو باقی رکھا حتی کہ خلفاے راشدین اور حضرت معاویہؓ کے دور میں بھی رومی دینار کو ہی کرنسی کی حیثیت حاصل رہی۔ جب مسندِ خلافت عبدالملک بن مروان کے پاس آئی تو اُنہوں نے زمانۂ جاہلیت کے دینار کے مطابق ایک دینار جاری کیا جس کو 'شرعی دینار' کہا جاتا ہے، کیونکہ اس کا وزن اس دینار کے برابر تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے برقرار رکھا تھا۔ (ایضاً)

☆ معمولی اشیا کے لین دین میں سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں یعنی تانبے وغیرہ سے بنے سکے جنہیں فُلُوْس کہا جاتا ہے، بھی استعمال ہوتے۔ جیسا کہ حدیث میں دیوالیہ شخص کے متعلق اَلْمُفْلِس کا لفظ آتا ہے۔ شارحِ بخاری حافظ ابن حجرؒ اپنی مایہ ناز تالیف 'فتح الباری' میں فرماتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

''شرعی معنوں میں 'مفلس' وہ شخص ہے جس کے قرضے اس کے پاس موجود مال سے زیادہ ہو جائیں۔ اسے مفلس اس لئے کہا جاتا ہے کہ پہلے درہم و دینار کا مالک تھا لیکن اب فلوس پر آ گیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ شخص صرف معمولی مال (فلوس) کا مالک رہ گیا ہے۔ یا ایسے شخص کو مفلس اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ اس کو فلوس جیسی معمولی چیز میں ہی تصرف کا حق ہوتا ہے، کیونکہ وہ فلوس کے ذریعے معمولی اشیا کا لین دین ہی کرتے تھے۔'' (۷۹/۵)

حضرت ابوذر غفاریؓ کی اس روایت میں بھی فُلُوس کا تذکرہ موجود ہے:

فَأَمَرَهَا أَنْ تَشْتَرِيَ بِهِ فُلُوسًا (مسند احمد بن حنبل:۱۵۶/۵)

''اُنہوں نے اپنی لونڈی سے کہا کہ اس کے بدلے 'فلوس' خرید لو۔''

سونے چاندی کے سکے وجود میں آنے کے بعد بھی بعض علاقوں میں مخصوص اشیا زر کی حیثیت سے استعمال میں رہیں۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ جب سوڈان گیا تو اس وقت وہاں نمک کے ساتھ ہی لین دین ہوتا تھا، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''سوڈان میں نمک بطورِ روپیہ کے چلتا ہے اور سونے چاندی کا کام دیتا ہے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیتے ہیں اور انکے ذریعے خرید و فروخت ہوتی۔'' (سفر نامہ ابن بطوطہ ۲۷۰/۲)

پھر مختلف اسباب کی بنا پر آہستہ آہستہ درہم دینار کا رواج ختم ہوتا چلا گیا اور ان کی جگہ کرنسی نوٹوں نے لے لی۔ اب صورت حال یہ ہے کہ پوری دنیا میں کرنسی نوٹوں کا ہی دور دورہ ہے کیونکہ یہ آسان ترین ذریعۂ مبادلہ ہے۔

## نوٹ کب ایجاد ہوئے؟

کہا جاتا ہے کہ اہلِ چین نے ۶۵۰ء سے ۸۰۰ء کے درمیان کاغذ کے ڈرافٹ بنانے شروع کئے تھے، انہی ڈرافٹ نے آگے چل کر کرنسی نوٹوں کی اشاعت کا تصور دیا۔ اسی لئے کاغذ کی طرح کرنسی نوٹ بھی اہل چین کی ایجاد شمار ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے کرنسی نوٹ ۹۱۰ء میں چین میں ایجاد ہوئے۔ (الأوراق النقدية في الاقتصاد الإسلامي ص ۱۱۵)

ابن بطوطہ جو ۱۳۲۴ء سے ۱۳۵۵ء کے درمیان چین کی سیاحت پر گیا تھا، چین کے نوٹوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اہل چین درہم یا دینار کے ذریعہ سے خرید و فروخت نہیں کرتے بلکہ سونے اور چاندی کو پگھلا

www.KitaboSunnat.com

کر ان کے ڈلے بنا کر رکھ چھوڑتے ہیں اور کاغذ کے ٹکڑوں کے ذریعہ سے خرید وفروخت کرتے ہیں۔ یہ کاغذ کا ٹکڑا کفدست (ایک بالشت) کے برابر ہوتا ہے اور بادشاہ کے مطبع میں اس پر مہر لگاتے ہیں۔ ایسے پچیس کاغذوں کو بالشت کہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ لفظ دینار کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ جب یہ کاغذ کثرت استعمال سے یا کسی اور طرح پھٹ جاتا ہے تو وہ دارالضرب میں لے جاتے ہیں اور اس کے عوض نیا لے آتے ہیں۔ یہ دارالضرب ایک بڑے درجہ کے امیر کی تحویل میں ہے۔ جب کوئی شخص بازار میں درہم یا دینار لے کر خرید وفروخت کرنے جاتا ہے تو وہ درہم یا دینار نہیں چلتے، لیکن وہ درہم یا دینار کے عوض یہ کاغذ لے سکتا ہے اور ان کے عوض جو چیز چاہے خرید سکتا ہے۔''

مشہور مؤرخ ابن مقریزیؒ جب بغداد گئے تھے تو اُنہوں نے بھی وہاں چین کے نوٹوں کا مشاہدہ کیا تھا۔ [الموسوعة الفقهية :۴۱/۱۷۶،۱۷۸]

چین کے بعد جاپان دوسرا ملک ہے جہاں چودھویں صدی عیسوی میں کرنسی نوٹ جاری ہوئے۔ یورپ میں پہلا باقاعدہ نوٹ ۱۶۶۱ء کو 'سٹاک ہام بینک' آف سویڈن نے جاری کیا۔ انگلینڈ نے ۱۶۹۵ء میں کرنسی نوٹ جاری کئے۔ ہندوستان میں پہلا نوٹ ۵/جنوری ۱۸۲۵ء کو 'بنک آف کلکتہ' نے جاری کیا جس کی مالیت دس روپے تھی۔ آزادی کے بعد پاکستان میں کرنسی نوٹ یکم اکتوبر ۱۹۴۸ء کو جاری کئے گئے۔

ابتداء میں تو نوٹ کی پشت پر سو فیصد سونا ہوتا تھا، لیکن بعد میں مختلف معاشی وجوہ کے باعث سونے کی مقدار سے زائد نوٹ جاری کئے جانے لگے اور مختلف اَدوار میں یہ تناسب بتدریج کم ہوتا رہا یہاں تک کہ ۱۹۷۱ء سے نوٹ کا سونے سے تعلق بالکل ختم ہو چکا ہے۔

## کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت

اب نوٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے، اس بارے میں علما کی مختلف آرا ہیں:

1. پہلی رائے یہ ہے کہ نوٹ اصل میں اس بات کا دستاویزی ثبوت ہیں کہ حاملِ نوٹ نے اس نوٹ کے جاری کنندہ سے اتنا سونا یا چاندی وصول پانا ہے۔ اس کے حق میں سب سے مضبوط دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ نوٹ پر یہ الفاظ تحریر ہوتے ہیں:

''حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا''

www.KitaboSunnat.com

اس رائے کے مطابق نوٹوں کے ساتھ سونا چاندی خریدنا جائز نہیں، کیونکہ نوٹ کے ساتھ خریداری کا مطلب حقیقت میں اس سونے یا چاندی کے ساتھ خریداری ہے جو اس نوٹ کی پشت پر ہے اور شرعی اعتبار سے سونے کی سونے یا چاندی کی سونے کے ساتھ بیع میں دونوں طرف سے موقع پر قبضہ شرط ہے جو یہاں مفقود ہے، کیونکہ خریدار نے سونے کے بدلے سونا نہیں دیا بلکہ اس کی رسید دی ہے۔ چنانچہ تفسیر 'اضواء البیان' کے مصنف علامہ محمد امین شنقیطیؒ اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

وأنها سند بفضة وأن المبيع الفضة التي هي سند بها ومن قرأ المكتوب عليها فَهِم صحة ذلك، وعليه فلا يجوز بيعها بذهب ولا فضة ولو يدًا بيد لعدم المناجزة بسبب غيبة الفضة المدفوع سندها (۱/۲۰۷)

''یہ نوٹ چاندی کی رسید ہیں اور بیچی گئی چیز وہ چاندی ہے جس کی یہ رسید ہیں۔ جو ان پر لکھی عبارت پڑھے گا وہ اس رائے کا درست ہونا سمجھ جائے گا۔ اس رائے کے مطابق نوٹوں کی سونے چاندی کے بدلے بیع چاہے نقد ہو جائز نہیں، کیونکہ جس چاندی کی رسید دی جاتی ہے وہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے دونوں طرف سے موقع پر قبضہ کی شرط نہیں پائی جاتی۔''

جس طرح اس نقطہ نظر کے مطابق نوٹوں کے بدلے سونا چاندی خریدنا جائز نہیں، اسی طرح نوٹوں کے ساتھ مشارکہ یا بیع سلم درست نہیں، کیونکہ اس نقطہ نظر کے مطابق نوٹ دَیْن (Debt) کی رسید ہے جبکہ شرعی اعتبار سے شراکت اور سلم میں سرمایہ نقد ہونا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں یہ رائے اختیار کر کے ایک ملک کی کرنسی کا دوسرے ملک کی کرنسی سے تبادلہ (منی چینجر کا کاروبار) بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ سونے کے بدلے سونے کی اُدھار اور کمی بیشی کا ساتھ بیع ہوگی جو شرعاً درست نہیں۔

مگر یہ موقف درست نہیں کیونکہ اب نوٹ قرض کی رسید نہیں رہا جیسا کہ قبل ازیں بیان ہوا ہے بلکہ اب یہ خود قانونی زر بن چکا ہے اور ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ حکومت کوئی بھی چیز بطورِ زر اختیار کرسکتی ہے۔ اب نوٹ پر لکھی اس عبارت ''حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا۔'' کا مطلب صرف یہ ہے کہ حکومت اس کی ظاہری قیمت کی ذمہ دار ہے۔ جسٹس علامہ عمر بن عبدالعزیز المترکؒ فرماتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

''نوٹ رسید نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر یہ گم یا تلف ہو جائے تو اس کا مالک جاری کنندہ سے مطالبہ نہیں کر سکتا خواہ اس کے پاس ہزار گواہ ہوں اور اگر یہ حقیقی رسید ہوتا تو اس کو ضرور یہ اختیار ہوتا، کیونکہ قرض مقروض کے ذمے ہوتا ہے، رسید تلف ہونے سے ضائع نہیں ہوتا۔'' (الربا والمعاملات المصرفية في نظر الشريعة الإسلامية ص۳۲۱)

❷ بعض نامور علما کے نزدیک نوٹ بذاتِ خود سامان (جنس) کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مشہور مالکی فقیہ علیش مصری کی بھی یہی رائے ہے۔ علامہ محمد امین شنقیطیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وممن أفتى بأنها كعروض التجارة العالم المشهور عليش المصري صاحب النوازل، وشرح مختصر خليل، وتبعه في فتواه بذلك كثير من متأخري علماء المالكية (۱/۲۰۷)

''جن حضرات نے ان کے سامانِ تجارت ہونے کا فتویٰ دیا ہے، ان میں 'نوازل' اور 'شرح مختصر خلیل' کے مصنف مشہور عالم علیش مصری بھی شامل ہیں۔ بعد کے اکثر مالکی علماء نے بھی ان کے فتویٰ کی پیروی کی ہے۔''

اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ نوٹ قیمت بننے کی صلاحیت سے عاری ہے، کیونکہ یہ نہ سونا ہے اور نہ چاندی، یہ تو سامان کی مانند ہیں۔ اس نظریہ کے مطابق ایک نوٹ کا دو نوٹوں کے ساتھ تبادلہ درست ہے۔ اسی طرح اس نظریہ کے مطابق نوٹوں میں زکوٰۃ اسی صورت واجب ہوگی جب ان کو فروخت کر کے نفع کمانا مقصود ہو۔ یعنی بذات خود ثمن کی بجائے نوٹ سامانِ تجارت قرار پا سکتا ہے۔ مزید برآں اس قول کی بنیاد پر نوٹ سے مضاربہ اور بیع سلم بھی جائز نہیں بنتی، کیونکہ یہ قیمت نہیں، سامان ہے۔ چونکہ یہ نظریہ خطرناک نتائج کا حامل ہے، اس لئے عصر حاضر کے اہل علم اس کی تائید نہیں کرتے۔

❸ تیسری رائے یہ ہے کہ نوٹ سونے، چاندی کا متبادل ہیں۔ اگر اس کے پیچھے سونا ہو تو سونے اور اگر چاندی ہو تو چاندی کا متبادل ہوگا۔ ڈاکٹر عبداللہ بن سلیمان منیع لکھتے ہیں:

''اس نظریہ کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ قیمت کے اعتبار سے یہ نوٹ اپنی اس اصل کی طرح ہے جس کے یہ بدل ہیں یعنی سونا اور چاندی، کیونکہ ان کا اصل چاندی یا سونا ان کی پشت پر ان کے زرِ ضمانت کے طور پر موجود ہے اور مقاصدِ شرعیہ کا تعلق تو اصل اور حقائق سے ہے نہ کہ

www.KitaboSunnat.com

الفاظ اور ان کی بناوٹ سے۔'' (کاغذی کرنسی کی تاریخ: ارتقا اور شرعی حیثیت: ص ٦٠)

اس نقطہ نظر کے مطابق نوٹوں کے باہمی لین دین میں سود کے احکام بھی جاری ہوں گے اور جب یہ دو سو درہم چاندی یا بیس دینار سونے کی قیمت کے مساوی ہوں تو سال کے بعد ان پر زکوٰۃ بھی واجب ہوگی۔ اسی طرح ان کے ذریعے بیع سلم بھی درست ہوگی۔

لیکن یہ رائے بھی کمزور ہے، کیونکہ اس کی بنیاد اس نظریہ پر ہے کہ نوٹ کی پشت پر سونا یا چاندی ہے حالانکہ امر واقع میں ایسا نہیں۔ چنانچہ جسٹس علامہ عبداللہ بن سلیمان منیع اس کی خود تردید کرتے ہیں:

''یہ نظریہ بھی حقیقتِ واقعہ کے مطابق نہ ہونے کی بنا پر قابل التفات نہیں، کیونکہ اس کا دارومدار کرنسی نوٹوں کی اصل پر ہے اور اصل جیسا کہ ہم پہلے ہی واضح کر چکے ہیں کہ وہ تو کرنسی نوٹوں کی پشت پر ہے نہیں۔ بلکہ اکثر ممالک کے نوٹ محض ساکھ کی بنا پر، زبانی ضمانتوں اور حکومتوں کے جاری کردہ ہونے کی بنا پر رائج اور قابل قبول ہیں، ورنہ ان کے پیچھے نہ تو سونا ہے نہ چاندی۔ بلکہ کچھ ایسے ہیں جنہیں پراپرٹی کی ضمانت حاصل ہے اور کچھ کو محض اقتدار کی ضمانت۔ لہٰذا یہ نظریہ خلافِ واقعہ ہونے کی بنا پر بہت کمزور ہے۔'' (ایضاً: ص ٦١)

❹ نوٹ کی شرعی حیثیت کے متعلق چوتھی رائے یہ ہے کہ نوٹ دھاتی سکوں (فلوس) کی طرح اصطلاحی زر ہیں جیسا کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے لکھا ہے:

الرابع ما هو سلعة بالأصل وثمن بالاصطلاح كالفلوس..... إلى أن قال إذا علمت هذا فالنوط هو من القسم الرابع سلعة بأصله لأنه قرطاس وثمن بالاصطلاح لأنه يعامل به معاملة الأثمان

(كفل الفقيه الفاهم في أحكام قرطاس الدراهم: ص ٣٣]

''مال کی چوتھی قسم وہ ہے جو اصل میں تو مال ہے، لیکن اصطلاحی لحاظ سے زر ہے جیسے دھاتی سکے ہیں..... جب یہ معلوم ہوگیا تو، سنو نوٹ کا تعلق چوتھی قسم سے ہے جو حقیقت میں سامان ہے کیونکہ یہ کاغذ ہے اور اصطلاحی طور پر زر ہے، کیونکہ اس سے زر جیسا معاملہ کیا جاتا ہے۔''

لیکن یہ رائے بھی قوی معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اہل علم کے ہاں دھاتی سکوں میں زر کی بجائے سامان کا پہلو غالب ہے، یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہا نہ تو کمی بیشی کے ساتھ ان کا تبادلہ

www.KitaboSunnat.com

مکروہ سمجھتے ہیں اور نہ ہی ان کو شراکت و مضاربت میں رأس المال بنانے کی اجازت دیتے ہیں۔ نیز ان میں زکوٰۃ بھی اسی صورت واجب قرار دیتے ہیں جب ان کو فروخت کر کے نفع کمانا مقصود ہو۔ جیسا کہ الموسوعة الفقهية میں ہے:

الأصح عند الشافعية والصحيح عند الحنابلة وهو قول الشيخين من الحنفية وقول عند المالكية: أنها ليست أثمانا ربوية وأنها كالعروض

''امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور مالکی فقہاؒ کا قول، حنابلہ کا صحیح مسلک اور شافعیوں کا صحیح ترین نقطہ نظر یہی ہے کہ دھاتی سکوں میں ربا نہیں ہے بلکہ یہ سامان کی طرح ہیں۔'' (۳۲/۲۰۵)

ذهب جمهور الفقهاء: أبو حنيفة وأبو يوسف والمالكية على المشهور و الشافعية والحنابلة إلى أن المضاربة لا تصح بالفلوس لأن المضاربة عقد غرر جوز للحاجة فاختص بما يروج غالبًا وتسهل التجارة به وهو الأثمان (الموسوعة الفقهية: ۳۸/۴۶، ۴۷)

''امام ابوحنیفہ، ابو یوسف، مالکی (مشہور مسلک کے مطابق) شافعی اور حنبلی فقہا کا خیال ہے کہ دھاتی سکوں کے ذریعے مضاربہ درست نہیں کیونکہ مضاربہ عقدِ غرر ہے جو ضرورت کی بنا پر جائز قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ انہی چیزوں کے ساتھ خاص رہے گا جو اکثر مروّج ہوں اور ان کے ساتھ تجارت آسان ہو اور وہ نقدیاں ہیں۔'' یعنی دھاتی سکے زر نہیں۔

"فذهب الشافعية و الحنابلة إلى أن الفلوس كالعروض فلا تجب الزكاة فيها إلا إذا عرضت للتجارة" (ایضا: ۳۲/۲۰۵)

''شافعی اور حنبلی فقہا کی رائے میں دھاتی سکے سامان کی طرح ہیں، چنانچہ ان میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوگی جب یہ تجارت کی غرض سے ہوں۔''

ان فقہا کے نقطہ نظر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کسی حدیث میں دھاتی سکوں کی زکوٰۃ کا تذکرہ نہیں ملتا حالانکہ عہدِ نبویؐ میں یہ موجود تھے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اگر یہ زر ہوتے تو سونے چاندی کی طرح ان کی زکوٰۃ کا بھی ذکر ہوتا۔ حضرت ابو ذرؓ کی اس روایت کہ انہوں نے اپنی لونڈی سے کہا: ''اس کے فلوس خرید لو'' سے بھی یہ اشارہ نکلتا ہے کہ صحابہ کے ہاں دھاتی سکے سامان شمار ہوتے تھے۔

www.KitaboSunnat.com

اس میں کوئی شک نہیں کہ فقہاے احناف کے نزدیک دھاتی سکے زر ہیں، اسی لئے وہ ان میں زکوٰۃ بھی واجب قرار دیتے ہیں، لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک متعاقدین دھاتی سکوں کو متعین کر کے ان کی زری حیثیت ختم کر سکتے ہیں، اس صورت میں یہ سامان کے حکم میں ہوتے ہیں اور ان حضرات کے نزدیک کمی بیشی کے ساتھ ان کا تبادلہ بھی صحیح ہوتا ہے۔

ان شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہا کی نظر میں دھاتی سکے (فلوس) یا تو زر ہی نہیں یا پھر ناقص زر ہیں، اسی لئے وہ ان سے زر کا وصف ختم کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ جو صورت بھی ہو بہر حال کرنسی نوٹوں کو ان پر قیاس نہیں کیا سکتا، کیونکہ نہ تو دھاتی سکوں کی طرح ان میں سامان کا پہلو غالب ہے۔ یہ تو محض کاغذ کے ٹکڑے ہیں، ان کی جو حیثیت بھی ہے، وہ ان کی پشت پر حکومتی ضمانت کی وجہ سے ہی ہے اور نہ ہی متعاقدین کو ان کی زری حیثیت کالعدم کرنے کا اختیار ہے، کیونکہ یہ قانونی زر ہیں۔

❺ اس سلسلہ میں پانچویں اور آخری رائے یہ ہے کہ نوٹ سونے چاندی کی طرح مستقل زر ہے، کیونکہ نوٹوں میں زر کی تمام صفات پائی جاتی ہیں۔ قیمتوں کا پیمانہ اور قابل ذخیرہ بھی ہیں اور لوگ ان پر اعتماد بھی کرتے ہیں۔ شرعی اعتبار سے یہی زر کی حقیقت ہے جیسا کہ ہم شروع میں امام مالکؒ کا یہ قول نقل کر آئے ہیں:

''اگر لوگ اپنے درمیان چمڑوں کے ذریعے خرید وفروخت کو رائج کر دیں یہاں تک کہ وہ چمڑے ثمن اور سکہ کی حیثیت اختیار کر جائے تو میں سونے چاندی کے بدلے ان چمڑوں کو اُدھار فروخت کرنا پسند نہیں کروں گا۔''

اس کا مطلب ہے کہ کسی بھی چیز کو خواہ وہ چمڑا ہی کیوں نہ ہو بطور زر اختیار کیا جاسکتا ہے۔ اس کی تائید امام ابن تیمیہؒ کے 'مجموع الفتاوی' میں ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے:

أما الدرهم والدينار فما يعرف له حد طبعي ولا شرعي بل مرجعه إلى العادة والاصطلاح وذلك لأنه في الأصل لايتعلق المقصود به بل الغرض أن يكون معيارًا لما يتعاملون به والدراهم والدنانير لا تقصد لنفسها بل هى وسيلة إلى التعامل بها ولهٰذا كانت أثمانا بخلاف سائر

www.KitaboSunnat.com

الأموال فإن المقصود الانتفاع بها نفسها فلهٰذا كانت مقدرة بالأمور الطبعية أو الشرعية والوسيلة المحضة التي لا يتعلق بها غرض لا بمادتها ولا بصورتها يحصل بها المقصود كيف ما كانت (۱۹/۲۵۱،۲۵۲)

''اس کا خلاصہ یہ ہے کہ درہم و دینار کی کوئی ذاتی اور شرعی تعریف نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق عرف اور اصطلاح سے ہے، کیونکہ درہم و دینار بذاتِ خود مقصود نہیں ہوتے بلکہ یہ باہمی لین دین کا ذریعہ ہیں۔ اسی لئے یہ قیمت شمار ہوتے ہیں چونکہ باقی اَموال سے فائدہ اُٹھانا مقصود ہوتا ہے، اس لئے ان کی یہ حیثیت نہیں ہے۔ وہ ذریعہ جس کے مادہ اور صورت سے کوئی غرض وابستہ نہ ہو وہ جیسا بھی اس سے مقصود حاصل ہوجاتا ہے۔''

چونکہ دلائل کے لحاظ سے یہ نقطہ نظر قوی ہے اور اس پر کئے گئے اعتراضات بھی زیادہ وزنی نہیں، اس لئے دور حاضر کے علماء کی اکثریت 'بیشتر مفتیانِ کرام کے فتاوی اور اہم فقہی اداروں کی قرار دادیں اسی کے حق میں ہیں۔ جسٹس علامہ عبداللہ بن سلیمان منیع کی بھی یہی رائے ہے۔ (کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقاء، شرعی حیثیت: ص۹۰)

سعودی کبار علماء کی مجلس نے بھی اس کو ترجیح دی ہے۔

(مجلة البحوث الاسلامية: ع۱ر ص۲۲۱)

جسٹس علامہ عمر بن عبدالعزیز المترکؒ بھی اسی قول کے حق میں ہیں۔ چنانچہ وہ مذکورہ بالا آرا اور ان کے دلائل کا تجزیہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''کاغذی زر کے متعلق علما کی آرا اور ہر ایک کے نقطہ نظر کا تنقیدی جائزہ لینے سے ہمیں ان کا قول راجح معلوم ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نوٹ مستقل کرنسی ہے اور سونے چاندی کی طرح ان میں بھی سود کے اَحکام جاری ہوتے ہیں۔ ربا، سود اور تلف کی صورت میں ضمان کے مسائل میں ان پر مکمل طور پر سونے چاندی کے احکام کا اطلاق ہوتا ہے۔'' (الربا والمعاملات المصرفية في نظر الشريعة الإسلامية ص۳۳۹]

دیگر اقوال کی خرابیاں واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''دوسرے اقوال یا تو معاملات میں لوگوں کو مشکل میں ڈال دیں گے یا لین دین کا دروازہ ہی بند کر دیں گے حالانکہ اس کے بغیر چارہ نہیں یا پھر سود کا دروازہ چوپٹ کھول دیں گے اور نقدین کی زکوٰۃ ضائع کرنے کے حیلوں کا دروازہ کھولیں گے۔'' [حوالہ مذکورہ]

www.KitaboSunnat.com